# عبداللہ بن یاسین

## سرزمین افریقہ میں تجدید اسلام کرنے والے ایک مجاہد

ابو محمد عبداللہ بن یاسین مغرب یعنی مراکش کے صحرائے سوس سے منصلہ علاقے کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی زندگی کے متعلق صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں طلب علم کے لیے اندلس گئے اور وہاں قرطبہ میں ان کا سات سال سے زیادہ عرصہ قیام رہا۔ اس وقت اندلس میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا اور ایک مرکزی حکومت کے بجائے چھوٹی چھوٹی کئی امارتیں بن گئی تھیں اُن کا کوئی امیر مظفر کہلاتا، کوئی متوکل، کسی نے اپنا لقب معتضد رکھ چھوڑا تھا اور کسی نے معتمد۔ اس مضحکہ خیز صورت حال کے بارے میں ایک شاعر کہتا ہے:

مما یزھدنی فی ارض اندلس اسماء معتصد فیہا و معتضد

القاب مملکۃ فی غیر موضعہا کالھر یحکی انتفاخا صولۃ الاسد

(سرزمین اندلس سے جو چیز مجھے بیزار کرتی ہے وہ ہیں وہاں معتصم اور معتضد کے نام۔ بادشاہت کے القاب ہیں جن کا کوئی محل و موقع نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کوئی بلی پھول کر شیر کی ہیئت کی نقل کرے)

اندلس کے یہ امیر آپس میں لڑتے رہتے اور اس کی وجہ سے اندلس میں اسلامی اقتدار رو بہ زوال تھا۔ بلکہ بعض امیر تو عیسائی حکمرانوں کو خراج تک دیتے تھے۔ یہ حالت صرف اندلس کی نہ تھی، بحیرہ روم سے ادھر یعنی مراکش میں بھی اسی طرح کی طوائف الملوکی تھی۔ چنانچہ وہاں کئی امارتیں قائم تھیں اور ہر قبیلے نے اپنی حکومت بنا لی تھی۔

سوس کا یہ طالب علم اندلس سے تحصیل علم کر کے اپنے وطن واپس لوٹا، اور سوس ہی کے ایک مشہور عالم محمد وجاج بن زلو اللمطی کے ہاں قیام پذیر ہوا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک شخص اس مشہور عالم کے پاس آیا اور اسے ایک خط دیا جس کا مضمون یہ تھا: "سلام و دعا کے بعد واضح ہو کہ اس خط کا حامل یحییٰ بن ابراہیم الکدالی ہے۔ جب یہ تمھارے پاس پہنچے تو اس کے ساتھ اس کے علاقے میں ایک ایسا

عالم بھیجے جس کے دین، پرہیزگاری، علم اور سیاست پر تمھیں پورا اعتماد ہو تاکہ وہ اس کے علاقے والوں کو قرآن مجید اور شریعت اسلامی کی تعلیم دے اور انھیں دین سمجھائے۔ اس کا تھیں اور اسے دونوں کو ثواب اور اجرِ عظیم ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "جو شخص کوئی اچھا کام کرتا ہے اللہ اس کا اجر ضائع نہیں کرتا۔" والسلام۔"

یہ یحییٰ بن ابراہیم الکدالی صحرائے مغرب کے قبیلہ صنہاجہ کے امیر تھے۔ موصوف نے ۴۲۷ھ میں مشرق کا قصد کیا۔ ان کے پیشِ نظر ایک تو فریضہ حج کی ادائیگی تھی، اور دوسرے وہ بلادِ اسلامیہ کی سیاحت کرنا چاہتے تھے۔ واپسی پر جب وہ تونس کے شہر قیروان پہنچے تو وہاں مغرب کے ایک عالم ابوعمران فاسی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ حدیث کے بہت بڑے عالم، خواہشاتِ دنیا سے کنارہ کش اور نیکیوں کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے بزرگ تھے۔ موصوف مغرب کے حالات سے پوری طرح باخبر تھے اور وہاں مختلف امارتوں میں آپس میں جو لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اُن سے بھی واقف تھے۔ انھیں اپنے آرا و افکار کی وجہ سے مغرب چھوڑنا پڑا تھا اور وہ قیروان میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ جو بھی مغربی قیروان میں آتا، آپ اس کی ٹوہ میں رہتے، اور جب وہ آپ سے ملتا تو اسے اعمالِ خیر کی تلقین کرنے اور مغرب میں جو سیاسی خلفشار برپا تھا، اس سے بے تعلق رہنے کی نصیحت کرتے۔

جب یحییٰ بن ابراہیم مغرب کے جلا وطن عالمِ دین ابوعمران سے قیروان میں ملے تو دونوں میں مغرب کے حالات کی اصلاح کے بارے میں بات چیت ہوئی اور وہیں یہ طے پایا کہ شیخ ابوعمران اپنے شاگرد وجاج اللمطی کو جو وادی نفیس میں واقع رباط (تکیہ یا زاویہ) میں طالب علموں کو پڑھاتے اور امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا فریضۂ دینی ادا کرتے تھے، ایک خط لکھیں اور ان سے کہیں کہ وہ یحییٰ بن ابراہیم کو ایک مبلغ و مرشدِ دین جو ان کے علاقے میں رہ کر دعوتِ دین اور اصلاحِ احوال کا کام کرے۔

غرض ۴۳۰ھ میں یحییٰ بن ابراہیم وادی نفیس کی رباط میں پہنچے۔ وہاں وہ شیخ وجاج سے ملے۔ اور انھوں نے اس کام کے لیے عبداللہ بن یاسین الجزولی کو چنا۔ ابن یاسین نے بخوشی اس خدمت کو قبول کیا اور جب وہ شیخ وجاج سے رخصت ہوئے تو انھوں نے اپنے شیخ کے ہاتھ چومے

اور شیخ نے انھیں دعاؤں کے ساتھ الوداع کہا۔

سفر بڑا لمبا تھا۔ راستہ بھی سخت دشوار گذار تھا اور سورج کی گرمی جھلسا دینے والی تھی۔ دوران سفر میں یحییٰ بن ابراہیم نے ابن یاسین کو مشرق کے بلاد اسلامیہ میں اپنی سیاحت کے حالات سنائے اور قیروان میں شیخ ابوعمران فاسی سے ان کی جو ملاقات ہوئی تھی، اس کی تفصیلات بتائیں۔ انھوں نے ابن یاسین کو بتایا کہ شیخ ابوعمران کو آج اس وقت، جب کہ موصوف کی مغرب کو سخت ضرورت تھی، کھو کر ہم نے کتنا نقصان اٹھایا ہے، اور یہ کہ انھیں ظالم حکومت نے صرف اس وجہ سے وطن سے نکال دیا ہے کہ وہ سچی بات کہتے تھے اور ظلم کرنے والوں پر سخت تنقید کرتے تھے۔ اب شیخ ابوعمران قیروان میں ہیں اور وہاں علم و عرفان کی اشاعت کر رہے ہیں۔ انھوں نے قیروان کی اپنی تہذیب و ثقافت میں قرطبہ و بغداد کے علوم کا اضافہ کیا ہے اور فقہ و سنت کے ساتھ ساتھ علم الکلام کو بھی شامل کر دیا ہے۔

جیسے ہی یحییٰ اپنے وطن صحرا پہنچے، مختلف نخلستانوں کے وفدان کے خیر مقدم کے لیے آنے لگے۔ یحییٰ ہر آنے والے سے عبداللہ بن یاسین کا تعارف کراتے اور اس سے کہتے: "یہ ہے تم لوگوں کو راہِ ہدایت دکھانے والا اور تمھارے ہاں سنت کو زندہ کرنے والا۔ اس سے علم اخذ کرو اور اس کے نور سے روشنی حاصل کرو۔ اللہ اس کے علم و حکمت سے اس سرزمین کو نئی زندگی بخشے گا۔" لوگوں نے ابن یاسین کو خوش آمدید کہا، اور ان کے آنے پر بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ ابن یاسین کو بربری زبان پر عبور حاصل تھا اور وہ صحرا نشینوں کے اقوال و عادات و طبائع سے خوب واقف تھے، اور ان کی کمزوریوں کو بھی جانتے تھے۔

سب سے پہلے تو خود امیر یحییٰ بن ابراہیم ان کے شاگرد بنے۔ وہ ہر وقت ابن یاسین کے ساتھ رہتے اور ان کے سامنے جو کٹھن مہم تھی، اُسے سر کرنے کے لیے ان کی ہر ممکن مدد کرتے۔ ابن یاسین نے اپنی اس مہم کا آغاز اس طرح کیا کہ وہ صحرائی نخلستانوں میں جاتے۔ وہاں جو قبائل آباد تھے، ان میں سے ایک ایک کے پاس پہنچتے۔ انھیں وہ قرآن مجید کی تعلیم دیتے۔ سنت نبوی کی تشریح کرتے اور دین کے احکام سمجھاتے۔ اس کی ابتدا انھوں نے صنہاجہ قبیلہ سے کی۔ یہ لوگ صرف اسلام کے نام سے واقف تھے۔ ان کے ہاں عجیب عجیب رسمیں تھیں۔ وہ بیک وقت دس دس عورتوں سے شادیاں کرتے تھے۔ انھیں اسلام کی حقیقت کا کچھ علم نہ تھا۔

اس سلسلے میں ابن یاسین نے سب سے پہلے ان امور کی طرف توجہ کی کہ لوگوں کے عقائد صحیح ہوں۔ وہ بری عادتیں ترک کریں۔ اسلامی آداب و اخلاق اختیار کریں۔ حلال و حرام کو پہچانیں۔ راہ راست پر چلیں رؤسا اور حاکم یہ جانیں کہ رعیت سے کیا سلوک ہونا چاہیے اور یہ کہ ان کا فرض ہے کہ وہ رعیت کے ساتھ یکساں برتاؤ کریں۔ نہ کسی کی بے جا رعایت ہو اور نہ کسی پر ظلم کیا جائے۔ اُس زمانے میں رعیت پر ظلم کرنا، اُسے لوٹنا کھسوٹنا اور اس کو ذلیل کرنا حاکموں اور والیوں کا عام معمول تھا۔ وہ لوگوں کے ساتھ حیوانوں کا سا سلوک کرتے تھے اور انھیں بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتے تھے۔ ابن یاسین نے ان چیزوں کی مخالفت کی اور وہ حاکموں کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ اپنے اس موقف کی تائید میں وہ سیرت النبی اور خلفائے راشدین کی زندگیوں سے مثالیں پیش کرتے۔ رؤسا اور حاکموں کو یہ بڑا ناگوار گزرا اور وہ ان کے خلاف ہو گئے۔ جیسا کہ ہر جگہ اور ہر زمانے میں مصلحین کے ساتھ ہوا، ابن یاسین کو بھی تکلیفوں اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اسی زمانے میں امیر یحییٰ بن ابراہیم کا انتقال ہو گیا، جو اُن کے مذہب و مسلک پر ایمان لا چکے اور ان کی دعوت و تبلیغ میں ان کے مددگار رہتے۔ وہ ہر چھوٹی بڑی بات میں ابن یاسین اُن سے مشورہ لیا کرتے تھے اور اسی کے مطابق اپنا لائحۂ عمل بناتے تھے۔

امیر یحییٰ کے انتقال کے بعد ابن یاسین کی مخالفت بہت بڑھ گئی اور انھیں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں جاہ پرست اور اہل اغراض سرداروں کی مخالفتوں کے اس سیلاب میں ان کی تمام کوششیں بہہ نہ جائیں۔ چنانچہ انھوں نے اس پر بہت سوچا اور اپنے شیوخ اور اساتذہ بالخصوص شیخ وجاج سے جنھوں نے انھیں یہ ذمہ داری سپرد کی تھی مشورہ کیا۔ سب نے انھیں صبر و انتظار کرنے کی رائے دی۔ اس پر ابن یاسین کی یہ رائے ہوئی کہ وہ لوگوں سے الگ ہو کر عزلت نشین ہو جائیں۔ انھوں نے صحرا کے کنارے پر اپنے لیے ایک دور دراز جگہ پسند کی، اور وہاں چلے گئے۔ اُن کے ساتھ سات اشخاص اور تھے جنھوں نے کہ ان کے مسلک کو اپنایا تھا، اور وہ سب کچھ چھوڑ کر اُن کے ہو گئے تھے۔ ابن یاسین نے دریائے سینغال کے قریب اپنی رباط قائم کی اور اُسے انھوں نے اور ان کے ساتھیوں نے اپنا مرکز بنایا۔ وہاں وہ اللہ کی عبادت کرتے اور زہد و مجاہدہ کی زندگی گزارتے۔

رباط کی زندگی آدمیوں کی کسوٹی ہوتی ہے اور انھیں بہادر بناتی ہے اور خود ابن یاسین بھی اسی مدرسے

کے فارغ اور تربیت یافتہ تھے۔ انھوں نے زندگی کا ایک حصہ شیخ وجاج کی رباط میں گزارا تھا۔ غرض ابن یاسین کا اپنی اس رباط میں آنے کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ وہ محنت و مشقت اور زہد کی زندگی اختیار کریں اور ان کے ماننے والے مخالفین کی دشمنیوں سے محفوظ رہیں۔ دوسرے وہ یہ چاہتے تھے کہ یہاں رہ کر اردگرد کے افریقی ملکوں میں جہاں کسی بھی مذہب کو نہ ماننے والے وحشی قبائل آباد تھے، اسلام کی نشر و اشاعت کریں۔ حسنِ اتفاق سے وہ جگہ جہاں عبداللہ بن یاسین نے اپنی رباط قائم کی تھی، ملثمین (یہ لوگ ریت کے ذروں سے بچاؤ کے لیے منہ پر ڈھاٹا باندھا کرتے تھے، اس لیے انھیں لثام (ڈھاٹا) باندھنے والے کا نام دیا گیا) کے خیموں اور لامذہب افریقیوں یعنی زنگیوں کے مقامات کے حدودِ فاصل میں تھی، اور یہ لوگ چونکہ تارک الدنیا زاہدوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے اس لیے یہ جانبین سے محفوظ تھے۔ لیکن اس عزلت کے باوجود اس جگہ رہنے کا اُن کو یہ فائدہ ہوا کہ اس جگہ میٹھا پانی وافر تھا۔ نباتات اور جنگلی پودے بکثرت تھے اور تھوڑی بہت کاشت کاری بھی ہوتی تھی۔ اس طرح ان لوگوں کے لیے سادا زندگی بسر کرنا ممکن ہوگیا۔

ابن یاسین کی یہ رباط گویا ایک شعلہ کی طرح تھی جس کی روشنی صحرا کے اندھیروں میں پھیل گئی اور جو بھی روشنی کا خواہش مند ہوتا ادھر کا رخ کرتا۔ چنانچہ صحرا کے قبائل میں دُور دُور تک فقیہ رباط ابن یاسین، ان کے زہد و تقشف اور خلوص و جہاد اور ان کے مخلص ساتھیوں کی نیکیوں کا نام پہنچ گیا، جو اللہ کی رضا کے حصول کے لیے سب کچھ چھوڑ کر یہاں مقیم تھے۔ اس کی وجہ سے اس چھوٹے سے گروہ میں اور لوگ شامل ہوتے گئے اور اس کی تعداد بڑھتی گئی۔ لیکن ابن یاسین نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ انھوں نے مختلف قبیلوں میں اپنے تبلیغی وفد بھیجے اور اپنے اصول و مقاصد کی نشر و اشاعت بھی کی۔ اس سے ہر طرف سے لوگ ان کے پاس پہنچنے لگے۔ یہاں تک کہ اس رباط میں رہنے والوں کی تعداد جنھیں مرابطین کا نام دیا گیا، ایک ہزار سے اوپر پہنچ گئی۔ جب ابن یاسین کے اعوان و انصار کی تعداد زیادہ ہوگئی اور ان کی حیثیت مضبوط ہو گئی تو انھوں نے محسوس کیا کہ اب انھیں معرکوں میں شامل ہونا پڑے گا اور اس کے لیے بڑی تیاری اور سخت ٹریننگ کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ قوتِ ایمان، خلوص، سخت جانی اور اتحاد و اتفاق بھی چاہیے۔ اس کے پیش نظر وہ اُس وقت تک کسی شخص کو مرابطین کے زمرہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیتے جب تک وہ اپنے نفس کو پاک و صاف نہ کر لیتا۔ نئے سرے سے اسلام نہ لاتا اور

اس سے پہلے جو گناہ اور غلطیاں اس نے کی ہوتیں، اُن کا محاسبہ نہ کر لیتا۔ اُن کا ہر اس شخص سے جو اُن کی جماعت مرابطین میں شامل ہونے کا خواہش مند ہوتا، سب سے پہلے یہ مطالبہ ہوتا کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ چنانچہ اس شخص سے کہا جاتا کہ تم نے جوانی میں بہت سے گناہ کیے ہوں گے لہٰذا ضروری ہے کہ تم پر حد قائم کی جائے۔ پھر اس پر حد قائم کی جاتی۔ اس میں سردار فوج اور ایک عام سپاہی، ایک معزز اور ایک معمولی آدمی میں کوئی امتیاز نہ روا رکھا جاتا۔ اگر وہ خوشی خوشی اس حد کو قبول کر لیتا تو اس کا نفس پاک و صاف ہو جاتا اور وہ اس دعوت و تحریک کی مشقتیں برداشت کرنے کے قابل قرار پاتا۔

جب کوئی شخص اس امتحان میں پورا اترتا تو وہ مرابطین کے زمرے میں داخل کیا جاتا۔ اس کے بعد شیخ اس کی تعلیم و تربیت کا ذمہ لیتا۔ وہ اسے قرآن و حدیث پڑھاتا اور احکام دین کی تعلیم دیتا۔ اس میں کڑی نگرانی ہوتی اور لہو و لعب کا کوئی موقع نہ دیا جاتا۔ مرابطین کو نماز باجماعت پڑھنے پر مجبور کیا جاتا۔ جو اس میں غیر حاضر ہوتا اُسے بیس کوڑوں کی سزا ملتی اور جس سے جماعت کی ایک رکعت چھوٹتی اسے پانچ کوڑے مارے جاتے۔ ہر نماز باجماعت کے ساتھ ایک اور نماز ادا کی جاتی، جو پہلی فوت شدہ نماز کی قضا کے طور پر محسوب ہوتی۔ جو مسجد میں شور کرتا، اسے اس کی سزا ملتی۔ اسی طرح اور بھی سزائیں مقرر تھیں جو زیادہ تر احکام فقہ کے مطابق تھیں۔ یہ سب اس لیے تھا کہ ابن یاسین اپنی قوم کو جو وحشت اور بربریت میں آخری حد پر تھی، تہذیب سکھانا چاہتے اور اسے انتشار اور اخلاقی آوارگی سے بچانا چاہتے تھے۔

جب ابن یاسین کی دعوت کا دورِ اوّل جو کہ تبلیغ و ارشاد کا دور تھا، پورا ہو گیا تو دوسرے دَور کا وقت آ گیا، اور وہ دور ہوتا ہے جب تلوار نیام سے نکلتی ہے اور اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔ اور ہر دعوت میں جس کے لیے اس دنیا میں رہنا مقدر ہوتا ہے، ایسا ہونا طبعی ہے۔ اس موقعے پر ابن یاسین نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا۔ جن کی تعداد اب اتنی تھی کہ وہ اس رباط میں سما نہیں سکتے تھے۔ وہی رباط جہاں پہلے سات آدمی رات کے اندھیرے میں پناہ لیا کرتے تھے — اور انھیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا۔ انھوں نے اپنے ان ساتھیوں کا نام مرابطین رکھا۔ انھوں نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمھاری تعداد اب کافی زیادہ ہے اور تمھیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ اللہ نے تمھاری اصلاح کی ہے، اور تمھیں صراط مستقیم کی ہدایت فرمائی ہے۔ تمھارا فرض ہے کہ اس پر خدا کا شکر بجا لاؤ اور اس کی راہ میں جہاد کرو۔ مرابطین نے کہا کہ ہم حاضر ہیں، اور اگر حکم ہوگا تو ہم اپنے باپوں کو قتل کرنے سے بھی دریغ

نہیں کریں گے۔

ابن یاسین کے لشکر نے سب سے پہلے قبیلہ گدالہ کے خلاف جہاد کیا، اور باوجود اس کی کثرت کے اسے شکست دی۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے دوسرے قبیلے مطیع ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ سب صحرائی قبیلے متحد ہو گئے۔ اس سے پہلے باہمی نزاعات اور جنگوں نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر رکھا تھا۔ چنانچہ ان قبائل نے نئے سرے سے اسلام قبول کیا اور اس کے لیے انھیں ایک کڑے امتحان میں سے گزرنا پڑا۔ اس کے ساتھ ساتھ ابن یاسین نے جو افریقی علاقے تھے ان پر بھی فوج کشی کی، اور گھانا سے وہ علاقہ واپس لیا جو صحرا سے متصل تھا۔ اسی طرح انھوں نے افریقہ کے بعض اور علاقے فتح کیے اور اس کی وجہ سے پہلی دفعہ اسلام ان اطراف میں داخل ہوا۔

تسخیر و توسیع کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا، اور بہت سے اور قبیلے بھی ان کی اطاعت میں آ گئے۔ انھوں نے ان سب سے کتاب و سنّت کی فرماں برداری کی بیعت لی، اس طرح وہ اپنے اس مقصد کے حصول میں کامیاب ہو گئے کہ قبائل ملثمین کی ایک ایسی وحدت قائم کی جائے جس کی اساس روحانی احیائے دین، فضائل کی نشر و اشاعت اور سربلندی اسلام ہو۔ اس طرح ان قبائل کی ایک کثیر تعداد ابن یاسین کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئی، اور وہ صرف صحرا میں نہیں بلکہ پورے مغرب میں ایک موثر قوت بن گئی۔ مرابطین ابن یاسین کا بڑا احترام کرتے تھے اور انھیں ولی کا درجہ دیتے تھے۔ وہ ان کے فتاوی کو حفظ کرتے اور ان پر عمل کرتے۔

ابن یاسین نے اس وقت کے مروجہ نظام میں یہ اصلاحات کیں۔ انھوں نے ان تمام ظالمانہ محصولوں کو منسوخ کر دیا جن کے ذریعہ حاکم اور والی عوام کا خون چوستے تھے۔ انھوں نے صرف قرآن و سنت کے تجویز کردہ زکوٰۃ اور عشر کے محصول عائد کیے۔ ان اصلاحات کی صدائے بازگشت پورے مغرب میں پھیل گئی اور بعض علاقوں کے لوگ، جن پر ان کے حاکم ظلم کرتے تھے، مرابطین کو دعوت دینے لگے کہ وہ انھیں ان مظالم سے نجات دلائیں۔ ابن یاسین نے بیت المال بھی قائم کیا، جس کی آمد و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھا جاتا تھا۔ بیت المال سے علما، قاضیوں اور محتاجوں کی بھی مدد کی جاتی تھی۔

ابن یاسین کی اب باقاعدہ فوج تھی اور اس کا اپنا نظام تھا۔ ایک دفعہ مرابطین نے ایک علاقے کو فتح کیا اور وہاں شراب کے مٹکے بہا دیے۔ بری رسمیں ممنوع قرار دے دیں۔ ظالمانہ محصول منسوخ کیے اور

لوگوں پر صرف زکوٰۃ، عشر اور صدقات نافذ کیے۔ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ جو ابن یاسین کو ملتا تھا، وہ اسے فقہا اور صالحین میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ برغواطہ کے خلاف ابن یاسین کی فوجوں نے جب پیش قدمی کی تو ان کی قیادت ابوبکر لمتونی اور اس کے چچازاد بھائی یوسف بن تاشفین کے ہاتھ میں تھی۔ یہ وہی یوسف بن تاشفین ہیں جو بعد میں اندلس کے مسلمان فرمانرواؤں کے بلانے پر ایک زبردست فوج لے کر وہاں پہنچے تھے اور عیسائی اسپین کی فوجوں کو شکست فاش دی تھی۔ فقیہ ابن یاسین کا یہ معمول تھا کہ جب ان کا لشکر دشمن کے مقابلے کے لیے میدانِ جنگ میں اترتا تو وہ آگے آگے ہوتے، اور ان کے پیچھے امیر اور سپہ سالار ہوتے۔ اس طرح عبداللہ بن یاسین خود بہ نفسِ نفیس قیادت کرتے، اپنے لشکر کو دادِ شجاعت دیتے، ابھارتے۔ برغواطہ کے خلاف اسی جنگ میں ابن یاسین شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ اتوار کے دن ۲۴ جمادی الاولیٰ ۴۵۱ھ کو پیش آیا۔

زعیر کے مقام پر ایک سادہ سی جگہ میں عبداللہ بن یاسین اپنی قبر میں استراحت فرما رہے ہیں۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنھوں نے ان علاقوں میں اسلام کو ایک نئی زندگی عطا کی اور ایک جدید سلطنت کی بنیاد رکھی، جس کی اساس کتاب و سنت، اصلاحِ مفاسد، نیکیوں کی ترویج، معاشرے کو برائیوں سے پاک صاف کرنے اور علم و معرفت کی نشر و اشاعت پر تھی۔ اس جدید سلطنت نے قبائلیت اور جاگیرداری کو ختم کیا اور مغرب کو ایک وحدت دی۔ ابن یاسین بیک وقت مصلح دین بھی تھے اور زعیم سیاسی بھی۔ ان کی دعوت صحرائے مغرب کے سرحدی علاقوں سے شروع ہو کر دریائے نائیجر سے پرے وسط افریقہ تک پہنچی۔ اس لیے انھیں بجا طور پر افریقہ میں اسلام کی تجدید کرنے والے مجدد اور ان ممالک میں صحیح اسلامی بیداری پیدا کرنے والے مصلح کہا جا سکتا ہے۔

عبداللہ بن یاسین کی اس دعوتِ تجدید ہی نے مغرب میں مرابطین کی تنظیم کو وجود بخشا اور ان میں یوسف بن تاشفین جیسا سپہ سالار پیدا ہوا، جس نے ایک بار پھر اسپین کے عیسائی بادشاہوں کو شکست دے کر طارق بن زیاد کی یاد تازہ کر دی۔

(عربی سے ترجمہ - از ماہنامہ دعوت الحق - رباط مغرب (مراکش))